پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر[1]
حافظ مسعود قاسم[2]

کیا جیشِ مَغفُورٌ لَّھُمْ کے سپہ سالار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے؟

صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی مروی ہے کہ ''وہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر [قسطنطنیہ] کا جہاد کرے گا، اُس کو معاف کر دیا گیا ہے۔'' بہت سے علما مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن کثیر، حافظ بدر الدین عینی اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے یزید بن معاویہ کو اس پہلے لشکر کا سالار اور اس سعادت کا مستحق بتلایا ہے جس نے مدینہ قیصر پر حملہ کیا۔ جنوری ۲۰۱۰ء کے محدث میں ڈاکٹر ابو جابر دامانوی کا تفصیلی مضمون شائع ہوا کہ مدینہ قیصر پر پہلے تین حملے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئے تھے جبکہ یزید بن معاویہ کا مدینہ قیصر پر حملہ چھٹے نمبر پر آتا ہے، اس بنا پر یزید بن معاویہ کو اس خوشخبری کا مصداق نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ بعد ازاں اسی مضمون پر اپریل ۲۰۱۰ء میں مولانا عبد الولی حقانی کی بعض تنقیدات مختصراً شائع ہوئیں۔ زیر نظر مضمون میں فاضل محقق نے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر دامانوی کا یہ دعویٰ حقائق پر مبنی نہیں ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلے تین حملے سیدنا معاویہ نے کئے تھے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے... ح م

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مولانا ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی کے مضمون ''کیا یزید بن معاویہ فوجِ مغفور لہم کا سپہ سالار تھا؟'' کا تنقیدی جائزہ لینے سے قبل مولانا دامانوی کے مضمون میں سے ایک اہم اقتباس ضرور نقل کر دیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

> اس مضمون کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ تنقیدی نظر سے اس مضمون کا جائزہ لیں اور اس مضمون کے سلسلے میں جو مثبت یا منفی دلائل ان کے پاس موجود ہوں، اُن سے راقم الحروف کو ضرور بہ ضرور آگاہ کریں لیکن واضح رہے کہ وہ جو کچھ نقل کریں، وہ کسی شخص کی رائے نہ ہو، بلکہ وہ جو کچھ بھی نقل کریں وہ تحقیقی مواد ہونا

۱ ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر)، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
۲ لیکچرر اسلامیات، یونیورسٹی آف ایگری کلچر، فیصل آباد

چاہیے اور جو روایت بھی وہ نقل کریں وہ باسند اور صحیح ہو جو محدثین کے اُصول کے مطابق صحیح یا حسن درجہ کو پہنچی ہوئی ہو، کیوں کہ بے سند روایت کا وجود اور عدم برابر ہے اور وہ شریعت میں کسی دلیل کی حیثیت نہیں رکھتی۔[1]

مولانا دامانوی صاحب نے قسطنطنیہ پر چھ حملوں کا ذکر کیا اور پہلا، دوسرا، تیسرا حملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ثابت کیا ہے۔ ہم اس مضمون میں صرف ان تین حملوں کا تنقیدی جائزہ لیں گے:

پس منظر

آج سے تقریباً تیرہ سال پہلے، ۱۹۹۷ء میں جامعہ لاہور اسلامیہ کے شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ "أوّل جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم" اس حدیث کے مطابق جیشِ مغفور کا پہلا کمانڈر کون ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ " اس حدیث میں اوّلیت کے اعتبار سے تو کسی شخص کا تعین نہیں، البتہ شارح صحیح بخاری المهلّب نے اس کا مصداق یزید بن معاویہؒ کو قرار دیا ہے، لیکن واقعاتی طور پر مدینہ قیصر پر پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھا، جس کا تذکرہ سنن ابوداؤد میں موجود ہے، اس کے باوجود کئی مؤرخین نے اس کا مصداق یزید بن معاویہ کو سمجھا ہے۔"[2]

اس کے جواب میں راقم الحروف نے "قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والے پہلے لشکر کی قیادت" کے عنوان سے ایک مضمون لکھ کر الاعتصام کی اسی جلد ۴۹ کے شمارہ نمبر ۳۲، ۳۱ میں شائع کرایا، جس میں اصح الکتب صحیح بخاری کی حدیث کو بنیاد بنا کر اوّل لشکر کا قائد یزید بن معاویہ کو ثابت کیا۔ اس مضمون کے جواب میں مولانا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے "حدیثِ قسطنطنیہ اور یزید" کے عنوان سے ڈیڑھ صفحہ پر مشتمل ایک مضمون لکھا جو الاعتصام کی جلد ۴۹ کے شمارہ ۳۵ میں شائع ہوا۔ موصوف کے اس مضمون کے جواب میں راقم الحروف نے "حدیثِ قسطنطنیہ اور

---

۱ ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۵۱، ۵۰

۲ ہفت روزہ 'الاعتصام'، لاہور، شمارہ ۱۸ ج ۴۹، ۲۲ مئی ۱۹۹۷ء بمطابق ۸ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

یزید" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا جس میں مولانا حافظ زبیر علی زئی کے اعتراضات کا بطریق احسن ردّ پیش کیا گیا تھا۔ اس کی اشاعت کا سہرا ہفت روزہ 'اہل حدیث' لاہور کے سر ہے جس کی جلد ۲۹ کے شمارہ نمبر ۱۹،۲۰ میں یہ مضمون مؤرخہ ۲۹، ۲۲ مئی ۱۹۹۸ء کو شائع ہوا۔

مولانا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے چھ سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد ماہنامہ 'الحدیث' حضرو کے شمارہ نومبر ۲۰۰۴ء میں راقم الحروف کے پہلے مضمون کا دوبارہ جواب لکھا جب کہ اس سے پہلے موصوف نے اسی مضمون کا جواب 'الاعتصام' کی جلد ۴۹ کے شمارہ ۳۵ میں دے دیا تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

> ہفت روزہ 'الاعتصام' ج ۴۹، شمارہ ۳۲،۳۱ (اگست ۱۹۹۷ء) میں محترم پروفیسر محمد شریف شاکر صاحب کا ایک مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا ہے جس میں پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے پہلے حملہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید بھی شامل تھا۔[1]

حافظ زبیر علی زئی صاحب کا راقم الحروف کے بارے میں یہ لکھنا کہ "پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے پہلے حملہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید بھی شامل تھا" صحیح نہیں ہے۔

اصل حقیقت

راقم الحروف نے اپنے اس مضمون میں یزید کی شمولیت نہیں بلکہ صحیح بخاری کی حدیث کی رو سے یزید کو "قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد" ثابت کیا ہے۔

۲۰۰۴ میں الحدیث میں مولانا زبیر علی زئی کا جواب نہ لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ راقم الحروف نے مولانا موصوف کے اس مضمون کا جواب ۱۹۹۸ء میں دے دیا تھا، اس لیے اس جواب کا دہرانا تحصیلِ حاصل خیال کیا۔

اب جواب لکھنے کی ضرورت یہ ہے کہ مدتِ مدید کے بعد ماہنامہ 'محدث'، لاہور میں جنوری

۱ 'حدیث قسطنطنیہ اور یزیدؒ' از حافظ زبیر علی زئی، ماہنامہ 'الحدیث'، حضرو، شمارہ ۶، بابت نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۵ تا ۹

۲۰۱۰ء کو شائع ہونے والا مضمون بعنوان 'کیا یزید بن معاویہؓ فوجِ مغفور لھم کا سپہ سالار تھا؟' نظر سے گزرا، جس میں مولانا ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث: «أوّل جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم» کے صحیح مصداق کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے مسلمانوں کی نیتوں پر حملہ کرتے ہوئے لکھا:

"منکرین حدیث میں سے محمود احمد عباسی اور اس کے ہم نوا ناصبی حضرات نے اس حدیث کا مصداق یزید بن معاویہؓ کو قرار دیا۔"[۱]

اور پھر اُن محدثین کے اسمائے گرامی اور ان کے دلائل یوں ذکر کیے ہیں:

"یزید کے قسطنطنیہ والے لشکر میں شرکت کے متعلق علما کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

① حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "مہلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں معاویہؓ کی منقبت بیان ہوئی ہے، اس لیے کہ اُنہوں نے سب سے پہلے سمندری جہاد کیا، اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت بیان ہوئی ہے کیوں کہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر میں جہاد کیا۔"[۲] مہلب بن احمد بن ابی صفرہ اندلسی کی وفات ۴۳۵ھ میں ہوئی۔[۳] اور مذکورہ غزوہ ۵۲ھ میں ہوا تھا، یاد رہے کہ مہلب نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

② حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: "اور یزید پہلا شخص ہے جس نے یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی جنگ کی اور خلیفہ بن خیاط نے ۵۰ھ بیان کیا ہے۔ پھر اس نے سرزمین روم سے اس غزوہ سے واپس آنے کے بعد اس سال لوگوں کو حج کروایا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اُمت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، وہ مغفور ہے۔" اور وہ دوسری فوج تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے اُمّ حرامؓ کے پاس اپنے خواب میں دیکھا تھا اور اُمّ حرام نے کہا: اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اوّلین میں سے ہے یعنی سیدنا معاویہؓ کی فوج میں شامل ہو گی جب وہ قبرص میں جنگ کریں گے، پس سیدنا معاویہؓ نے سیدنا عثمانؓ کے دورِ حکومت میں

۱ ماہنامہ 'محدث'، لاہور، ۱۰ جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۴۹
۲ فتح الباری: ۶/ ۱۰۲
۳ سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ ۳۷۷

۲۷ھ میں قبرص کو فتح کیا اور امّ حرام بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ اُنہوں نے وہیں قبرص میں وفات پائی، پھر دوسری فوج کا امیر ان کا بیٹا یزید بن معاویہؓ تھا اور اُمّ حرام نے یزید کی اس فوج کو نہیں پایا اور یہ دلائل نبوت میں سے ایک انتہائی بڑی دلیل ہے۔"[۱]

③ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اور اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جہاد ہر امیر کے تحت جائز ہے (چاہے وہ نیک ہو یا بد) اس حدیث میں قیصر کے شہر میں جہاد کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور اس جہاد کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا۔"[۲]

④ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے یزید بن معاویہؓ نے جہاد کیا، اور ان کے ساتھ سادات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی شریک تھی جس میں عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہؓ بن عباسؓ، عبد اللہؓ بن زبیرؓ، اور ابو ایوب انصاریؓ تھے اور ابو ایوبؓ نے اسی غزوہ میں ۵۲ھ میں وفات پائی۔[۳]

⑤ علامہ بدر الدین عینی رقم طراز ہیں: "یزید بن معاویہ نے بلادِ روم میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔"[۴]

⑥ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر کے سپہ سالار یزید تھے اور چوں کہ لشکر معین مقدار کو کہا جاتا ہے، اس لیے فوج کا ہر ہر فرد بشارتِ مغفرت میں شریک ہے، نہ کہ اس کا کوئی فرد تو لعنت میں شریک ہو اور کوئی اس میں سے ظالموں میں شریک ہو۔ کہا جاتا ہے کہ یزید اسی حدیث کی بنا پر قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا تھا۔"[۵]

مندرجہ بالا چھ محدثین علما کے اقوال جناب ڈاکٹر دامانوی صاحب کے پیش کردہ ہیں۔ دامانوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

① امام خلیفہ بن خیاط اپنی تاریخ میں ۵۰ھ کے ضمن میں لکھتے ہیں: "اور اسی سن میں یزید بن

۱ البدایۃ والنہایۃ: ۲۲۹/۸
۲ فتح الباری: ۷۷/۱۱
۳ حاشیہ صحیح بخاری: ج۱/ص ۴۱۰
۴ عمدۃ القاری: ج۱۴/ص ۱۹۹
۵ منہاج السنۃ: ۲۵۲/۲؛ ماہنامہ 'محدث'، لاہور، ۱۰ جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۵۵،۵۴

معاویہ نے ارضِ روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔"[1]

(۲) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے '۵۲ھ' عنوان قائم کر کے اس کے ضمن میں سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی وفات کا ذکر کیا اور ۵۲ھ کے قول کو زیادہ قوی قرار دیا ہے۔[2]

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اور یہ غزوہ مذکور ۵۲ھ میں ہوا اور اسی غزوہ میں ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی اور اُنہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں قسطنطنیہ کے دروازہ کے قریب دفن کیا جائے۔"[3]

تنقیدی جائزہ

قارئین توجہ فرمائیں کہ دامانوی صاحب لکھتے ہیں کہ " محمود احمد عباسی اور اس کے ہم نوا ناصبی حضرات نے اس حدیث کا مصداق یزید بن معاویہؒ کو قرار دیا۔"[4]

دامانوی صاحب یہ بتائیے کہ (۱) مہلب شارح بخاری، (۲) حافظ ابن کثیر (۳) حافظ ابن حجر عسقلانی (۴) علامہ قسطلانی (۵) علامہ عینی (۶) اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم کیا یہ تمام کے تمام ائمہ وشارحین حدیث محمود احمد عباسی کے ہم نوا ہیں؟

دامانوی صاحب محمود احمد عباسی کو جانتے ہیں جو دورِ حاضر کے ایک معروف مؤلف ہیں۔ دامانوی صاحب! آپ محمود احمد عباسی کا غصّہ اسلافِ کرام پر مت نکالیں۔ کیا محمود احمد عباسی کی دعوت اس کے پیدا ہونے سے صدیوں پہلے ان ائمہ کرام تک پہنچ گئی تھی؟؟

کیا ائمہ کرام کو غلطی لگی؟

پھر دامانوی صاحب کس قدر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جن حضرات نے یزید بن معاویہ کے لشکر کو اوّل جیش کا مصداق قرار دیا ہے اُنہیں اس سلسلہ میں غلطی لگی ہے اور انہوں نے اس بات کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ سنداً کوئی

---

۱ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۲۱۱

۲ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸/ ص ۵۹

۳ فتح الباری: ۶/ ۱۰۳... بحوالہ ماہنامہ محدث، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۵۸

۴ ماہنامہ محدث، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۴۹

روایت ذکر کی بلکہ صرف یہی بات ذکر کر کے کہ یزید کے لشکر نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تھی اور بس...''[1]

ناقدانہ جائزہ: وکم من عائبٍ قولاً صحیحًا ... و آفته من الفهم السقيم

درج ذیل سطور کے مطالعہ سے قارئین کرام خوب سمجھ سکیں گے غلطی ان حضرات کو لگی ہے یا دامانوی صاحب کو؟

قائدِ جیش سے متعلق بیانات میں تضاد

④ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے ''مدینہ قیصر پر پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید'' کو قرار دیا۔[2]

⑤ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے جواب کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ ''درج ذیل کتابوں میں بھی صحیح سند کے ساتھ اس حملہ آور فوج کا قائد عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید ہی مذکور ہے۔''[3]

چونکہ حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے ''مدینہ قیصر پر پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید'' لکھا تھا، اس لئے حافظ زبیر علی زئی نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ ''اس حملہ آور فوج کا قائد عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید تھا۔''

⑥ اور اسی اشاعت میں حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے پہلے بیان کے خلاف لکھ دیا کہ ''تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''قسطنطنیہ پر کئی حملے ہوئے ہیں۔'' آپ نے مزید لکھا کہ ''بلکہ ان تمام لشکروں سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر ایک لشکر کے حملے کا ثبوت ملتا ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔''[4]

کیا ہی خوب تحقیق ہے! اس لشکر کے امیر کون تھے؟ اس کا جواب دینا مولانا علی زئی صاحب

---

۱ ماہنامہ 'محدث'، لاہور، جنوری ۲۰۱۰ء: ص ۵۸، ۵۹

۲ ہفت روزہ 'الاعتصام'، لاہور: شمارہ ۱۸، ج ۴۹، ۲۲ مئی ۱۹۹۷ء

۳ ایضاً: ج ۴۹ / ش ۳۵

۴ ہفت روزہ 'الاعتصام'، لاہور: شمارہ ۱۸، ج ۴۹، ۲۲ مئی ۱۹۹۷ء

کے ذمہ ہے۔

⑦ ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی صاحب نے پہلے لشکر کا قائد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ "اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ قسطنطنیہ پر کتنے حملے کئے گئے اور ان حملوں میں سب سے پہلا حملہ کس نے کیا تھا۔"[1]

کیا قسطنطنیہ پر پہلا حملہ سیدنا معاویہؓ نے کیا تھا؟

دامانوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"قسطنطنیہ پر پہلا حملہ سیدنا معاویہؓ نے کیا تھا۔" حافظ ابن کثیر نے اگرچہ یزید بن معاویہؓ کے لشکر کو 'اوّل جیش' کا مصداق قرار دیا ہے، لیکن وہ خود ہی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

⑧ اور ۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ نے بلادِ روم پر چڑھائی کی یہاں تک کہ وہ خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔"[2]

⑨ حافظ موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "کہتے ہیں کہ خلیج قسطنطنیہ کی جنگ سیدنا معاویہ کی امارت میں ۳۲ھ میں ہوئی، وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔"[3]

⑩ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: "فيها كانت وقعة المضيق بالقرب من قسطنطينية وأميرها معاوية"[4] "اس سن میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر معاویہؓ تھے۔ لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔"[5]

ناقدانہ جائزہ: دامانوی صاحب نے مندرجہ بالا تین اقتباس نقل کئے ہیں: پہلا اور دوسرا اقتباس البدایہ والنہایہ سے اور تیسرا اقتباس حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ اسلام سے نقل کیا ہے۔ دامانوی صاحب کے پیش کردہ اقتباس میں واضح طور پر لکھا موجود ہے کہ "۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ نے بلادِ روم پر چڑھائی کی یہاں تک کہ وہ خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔" یہاں دامانوی صاحب قسطنطنیہ پر

۱ ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۵۹
۲ البدایہ والنہایہ: ۷/۱۵۹
۳ ایضاً: ج۸/ص ۱۲۶
۴ تاریخ اسلام از ذہبی، عہد خلفائے راشدین: ص ۳۷۱
۵ ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۵۹، ۶۰

حملہ کا ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ جسے دامانوی صاحب نے خلیج قسطنطنیہ لکھا ہے یہی مَضِیق قسطنطنیہ ہے۔ فافہم

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ دوسرے اقتباس میں بھی دامانوی صاحب نے "خلیج قسطنطنیہ کی جنگ" لکھا، یہ بھی وہی ۳۲ھ کی جنگ ہے۔ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ اقتباس میں بھی قسطنطنیہ کے قریب مضیق کا واقعہ لکھا ہے نہ کہ یہ قسطنطنیہ پر حملہ ہے۔ ان تینوں اقتباسات میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے مولانا دامانوی صاحب نے اپنے الفاظ میں لکھ دیا: "لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔" لیکن اس کی دلیل کیا ہے؟ یاد رہے کہ قسطنطنیہ اور خلیج / مضیق قسطنطنیہ دو علیحدہ مقامات ہیں، دونوں کو ایک ہی باور کرنا درست نہیں۔

اب مولانا دامانوی صاحب کے اُستاد موصوف (محترم جناب مولانا علی زئی) کے حضرت معاویہ کے حملوں کے بارے میں دلائل ملاحظہ فرمائیے! آپ لکھتے ہیں:

۱۔ سیدنا معاویہؓ نے رومیوں کی زمین پر سولہ مرتبہ فوج کشی کی۔[1]

۲۔ یزید بن معاویہ کے آخری حملہ سے پہلے قسطنطنیہ پر سابقہ حملوں کے علاوہ ایک اور حملہ بھی ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> واستعمل معاوية سفيان بن عوف على الصوائف وكان يعظمه[2]
>
> اور معاویہؓ نے سفیان بن عوف کو قسطنطنیہ پر صیفی حملوں میں امیر بنایا اور آپ ان کی تعظیم کرتے تھے۔

وفي ۲۸ھ جهز معاوية جيشا عظيمًا يفتح قسطنطينية وكان على الجيش سفيان بن عوف (ج ۲، ص ۱۱۴) اور ۴۸ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک عظیم لشکر بھیجا جس کے امیر سفیان بن عوف تھے۔[3]

قارئین توجہ فرمائیں! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم (یعنی رومی

۱ البدایہ والنہایہ: ج ۸ / ص ۱۳۳

۲ الاصابۃ: ج ۲ / ص ۵۶

۳ ماہنامہ 'الحدیث'، حضرو: شمارہ ۶ / ص ۸،۹... بحوالہ ماہنامہ محدث، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۷۱

مقبوضات) پر بہت سے حملے کئے اور کئی بار آپ نے مختلف سالاروں کے تحت فوج بھیجی، لیکن جن حملوں کا مذکورہ بالا سطور میں جناب مولانا علی زئی صاحب نے تذکرہ کیا ہے ان میں سے کوئی لشکر قسطنطنیہ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت معاویہؓ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے بڑی فوج دے کر سفیان بن عوف کو بھیجا، لیکن وہ بھی قسطنطنیہ تک نہیں پہنچ سکے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے (یزید) کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال سعيد بن عبدالعزيز لما قُتل عثمان و وقع الاختلاف لم يكن للناس غزو حتى اجتمعوا علىٰ معاوية فأغزاهم مراتٍ ثم اغز ابنه في جماعة من الصحابه برّا وبحرًا حتى أجاز بهم الخليج وقاتلوا أهل القسطنطينية علىٰ بابها ثم قفل[1]

سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور (مسلمانوں میں) اختلاف رونما ہو گیا اور لوگوں کے لئے جہاد کا موقع جاتا رہا، یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر لوگ مجتمع ہو گئے تو آپؓ نے اِن کو غزوات میں بھیجا۔ پھر آپ نے صحابہ کی ایک جماعت میں اپنے بیٹے کو بحر و برّ میں جہاد کرنے کے لئے بھیجا، یہاں تک کہ وہ ان (مجاہدوں) کو خلیج سے پار لے گیا اور قسطنطنیہ کے دروازے پر اہل قسطنطنیہ سے جنگ کی، پھر واپس پلٹ آیا۔

مذکورہ بالا بحث سے چار مختلف خیالات سامنے آئے:

(۱) حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے ہاں: ”واقعاتی طور پر مدینہ قیصر پر پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید تھا۔“

(۲) حافظ زبیر علی زئی صاحب کے دو قسم کے خیالات سامنے آئے:

۱۔ اس حملہ آور فوج کا قائد عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید ہی مذکور ہے۔

۲۔ قسطنطنیہ پر کئی حملے ہوئے ہیں، بلکہ ان تمام لشکروں سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر حملے کا ثبوت ملتا ہے۔“ علی زئی صاحب نے یہاں قائد کا ذکر ہی نہیں کیا۔

۱ سیر اعلام النبلاء: ۱۵۰/۳

⑬ ڈاکٹر دامانوی صاحب نے برملا لکھا کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ سیدنا معاویہؓ نے کیا تھا۔
⑭ راقم الحروف اور سر کردہ محدثین کے ہاں: قسطنطنیہ پر پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد یزید بن معاویہؒ تھا۔

اصل مقصد تک پہنچنے کے لئے درج ذیل تین چیزوں کی معلومات حاصل کرنا ضروری ہے:

۱۔ ارضِ روم کا اطلاق کس کس علاقے پر ہوتا ہے؟

۲۔ مدینہ قیصر سے کونسا شہر مراد ہے؟

۳۔ مَضِیقِ قسطنطنیہ سے کیا مراد ہے؟

⑮ ارضِ روم: ارضِ روم کا اطلاق مشرقی روم اور مغربی روم پر ہوتا ہے۔

میجر جنرل محمد اکبر خان لکھتے ہیں کہ

"مدتِ دراز کے بعد روما کی حکومت قیصر کے دو شہزادوں میں تقسیم ہوگئی۔ دونوں حکمران قیصر کہلائے۔ ایک مغربی روما کا، اور دوسرا مشرقی روما کا۔
مغربی روما: یورپ کا بیشتر حصہ مغربی روما رہا، اور اس سلطنت کا دارالحکومت شہر روم رہا۔ مشرقی روما: اس کی سلطنت میں بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، شام، مصر، حبشہ وغیرہ تھے اور یہ علاقہ شہزادہ قسطنطین کے حصہ میں آیا۔"[1]

"اناطولیہ: (عربی میں اناضُول، انگریزی میں Anatolia)، یہ کوہستانی جزیرہ نما مغربی ایشیا میں بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ مملکت ترکیہ کے ۹۰ فیصد سے زیادہ علاقے پر مشتمل ہے۔ اسے ایشیائے کوچک (Asia Minor) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو (بحیرہ روم کے علاوہ) بحیرہ ایجین، بحیرہ مرمرہ، بحیرہ اسود، درّہ دانیال اور باسفوس کی آبناؤں نے گھیر رکھا ہے۔"[2]

"محل وقوع: اناطولیہ کے مشرق میں آرمینیا، جارجیا اور ایران ہیں۔ اور جنوب مشرق

۱ محمد اکبر خان (رنگروٹ) میجر جرنل، کروسیڈ اور جہاد: ناشر پرنسپل اسلامیہ کالج، لائل پور، ۱۹۶۱ء، ص ۳۰
۲ احمد عادل کمال: اطلس فتوحاتِ اسلامیہ: دارالسلام، لاہور: ۱۴۲۸ھ، ص ۱۸۰

میں شام واقع ہے۔"[1]

⑯ مدینہ قیصر یعنی قسطنطنیہ (استنبول): مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے۔ یہ ۱۴۵۳ء سے ۱۹۲۳ء تک سلطنتِ عثمانیہ (خلافتِ عثمانیہ) کا دارالحکومت رہا۔

ترکوں سے پہلے رومیوں کا یہ دارالحکومت Constantinopolis یعنی 'شہر قسطنطین' کہلاتا تھا۔ کیونکہ قیصر روم قسطنطین اعظم نے ۳۳۰ء میں اسے یونانی شہر بیز نطیم (Byzantium) کی جگہ آباد کیا تھا جس کی بنیاد ساتویں صدی ق م میں رکھی گئی تھی۔[2]

یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے لکھا ہے کہ قسطنطین اعظم نے اسے دارالحکومت بنا کر اس کا نام قسطنطنیہ (عربی میں قسطنطينية) رکھا جسے آج کل اِصْطنبول کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر پہلے سے مسلمانوں میں 'اصطنبول' یا 'استنبول' کے طور پر معروف تھا۔[3]

فتح قسطنطنیہ: سلطان محمد فاتح (۸۵۵ھ تا ۸۸۶ھ) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۸۵۷ھ / ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو قسطنطنیہ فتح کرنے میں الحمدللہ کامیاب ہو گئے اور سلطان محمد فاتح نے صوتی اور معنوی مناسبت کے باعث 'استنبول' کو 'اسلامبول' کا نام دیا۔[4]

⑰ مَضیق: لغۃً مَضِیق، ضَیْقٌ سے ظرف کا صیغہ ہے، اور یہ تنگ جگہ کا معنیٰ دیتا ہے۔ جغرافیہ کی اصطلاح میں یہ 'آبنائے' کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

آبنائے: پانی کے اس تنگ قطعے کو کہتے ہیں جو دو سمندروں کو ملائے۔

خلیج: سمندر کے اس تنگ حصے کو کہتے ہیں جو دور تک خشکی کے اندر چلا گیا ہو۔[5]

اس سے ثابت ہوا کہ آبنائے اور خلیج میں تفاوت و تضاد پایا جاتا ہے۔

درّۂ دانیال اور آبنائے باسفورس: یہ (دونوں) یورپی ترکی کو ایشیائی ترکی سے الگ کرتی ہیں۔

---

۱ احمد عادل کمال: اطلس فتوحاتِ اسلامیہ: دارالسلام، لاہور: ۱۴۲۸ھ، ص ۱۸۰

۲ ایضاً

۳ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور: ۱۹۸۰ء، ص ۱/ ۲۵۹ بحوالہ مُعجم البُلْدان: ۴/ ۳۴۷

۴ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور: ۱۹۸۰ء، ص ۱/ ۲۵۹ بحوالہ مُعجم البُلْدان: ۴/ ۳۴۷

۵ بیبا سنگھ بی اے: جدید آسان اٹلس: انڈین بک ڈپو، بیرون موری گیٹ، لاہور: سن ندارد: ص ۴

آبنائے باسفورس: بحیرہ اسود کو بحیرہ مرمرہ سے ملاتی ہے۔ استنبول (قسطنطنیہ) اسکے جنوب میں بحیرہ مرمرہ کے کنارے واقع ہے۔ اسکی لمبائی ۳۰ کلومیٹر اور چوڑائی ۵۰۰ میٹر سے ۳ کلومیٹر تک ہے۔

درۂ دانیال: بحیرہ مرمرہ کو بحیرہ ایجین (اور بحیرہ روم) سے ملاتا ہے۔ اس کا طول ۷۰ کلومیٹر اور عرض ۱۲۷۰ میٹر سے ۷ کلومیٹر تک ہے۔ درۂ دانیال کے یورپی ساحل پر گیلی پولی کی بندرگاہ واقع ہے۔[۱]

مندرجہ بالا تاریخی معلومات سے قارئین کرام خوب اندازہ لگاسکتے ہیں بلکہ یقین کی حد تک یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ مضیق قسطنطنیہ سے قسطنطنیہ شہر مراد نہیں ہے، اس سے آبنائے باسفورس یا درۂ دانیال مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

اُور خان بن عثمان ۷۲۶ھ/ ۱۳۲۶ء میں تختِ حکومت پر براجمان ہوا، اور اُس کی حکومت ۷۶۱ھ/ ۱۹۵۹ء تک قائم رہی۔ اُور خان کو اپنے والد (عثمان) کی طرف سے روحِ جہادِ اسلامی کے احیا کے لئے جو جذبہ حاصل ہوا تھا، اسے بروئے کار لاتے ہوئے اس نے اپنے عہد میں سلطنت کی توسیع کا کام جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں ازمیت، ازنیق اور بحیرہ مرمرہ کے جنوب میں امارت 'قرہ سی' کی فتح عطا فرمائی۔ ۷۵۸ھ/ ۱۳۵۶ء میں اُور خان کے بیٹے سلیمان نے ایک رات ۴۰ جانبازوں کے ساتھ درۂ دانیال کو پار کیا اور اس کے مغربی کنارے جا پہنچے۔ وہاں سے اُنہوں نے رومی کشتیاں چھینیں اور مشرقی ساحل پر لَوٹ آئے۔ اس وقت عثمانیوں کے پاس بحری بیڑا نہیں تھا کیونکہ ابھی ان کی سلطنت کے قیام کے ابتدائی مراحل طے ہو رہے تھے۔ مشرقی کنارے پر پہنچ کر سلیمان نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اِن کشتیوں میں سوار ہو جائیں۔ پھر اُنہوں نے اِن کشتیوں میں (سوار ہو کر) یورپی ساحل پر ہلا بول دیا اور قلعہ 'ترنب' کی بندرگاہ اور 'گیلی پولی' فتح کر لئے۔ یہ دونوں ڈرّہ دانیال کے یورپی ساحل پر واقع تھے۔ یہ چاروں اہم مقام درۂ دانیال کے مغربی ساحل پر جنوب سے شمال تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان پر قبضہ کر کے اس عظیم مسلم سپہ سالار نے یورپی ساحل پر ایسے مراکز حاصل کر لئے جن سے بعد میں قسطنطنیہ کی فتح کیلئے آنے والوں نے استفادہ کیا۔[۲]

۱ احمد عادل کمال: اطلس فتوحاتِ اسلامیہ: ص ۳۵۱

۲ ایضًا

اُورخان کی وفات کے بعد زمام سلطنت اس کے بیٹے مراد اوّل کے ہاتھ آئی (۷۶۱ھ / ۱۳۶۰ء) اور اس کا عہدِ حکومت ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء تک محیط رہا۔ اس عثمانی حکمران نے اپنے پیش روؤں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اُس نے جہاد کا پرچم اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ۷۶۳ھ / ۱۳۶۲ء میں اَدْرَنہ کی فتح عطا کی۔ اس کے ساتھ ہی مراد اپنا دارالحکومت بُرُوسہ سے اَدْرَنہ لے گیا۔[1] اَدْرَنہ شہر یورپی ترکی یعنی تھریس کی سرحد پر واقع ہے۔ فتح قسطنطنیہ تک ادرنہ عثمانی دارالحکومت رہا۔[2]

کیا قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ سیدنا معاویہؓ نے کیا تھا؟

ڈاکٹر ابو جابر دامانوی صاحب نے "سیدنا معاویہؓ کا قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ" صحیح ثابت کرنے کے لئے عبد اللہ بن صالح (ابو صالح) کی روایت کا سہارا لیا ہے جسے انہوں نے (التاریخ الصغیر للبخاری کے حوالے سے) یوں نقل کیا:

حدثنا عبد الله بن صالح حدثني معاوية عن عبد الرحمٰن بن جبير بن نفير عن أبيه عن أبي ثعلبة الخشني قال سمعته، في خلافة معاوية بالقسطنطينية، و كان معاوية غزا الناس بالقسطنطينية، اَنّ الله لا يعجز هذه الأمة مِن نصف يوم[3]

"سیدنا ابو ثعلبہ خشنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے معاویہؓ کو اُن کے دورِ حکومت میں قسطنطنیہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا، جبکہ وہ لوگوں کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کر رہے تھے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کریگا۔"

ناقدانہ جائزہ: ڈاکٹر دامانوی صاحب نے مطلب براری کے لئے حدیث کے ترجمہ میں تحریف کر دی، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حدیث کے یہ الفاظ "اِنَّ الله لا يعجز هٰذه الأمة مِن نصف يومٍ" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہیں، اور آپ نے یہ الفاظ قسطنطنیہ میں کہے تھے، تاکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قسطنطنیہ میں جانا ثابت کیا جائے۔ حالانکہ یہ الفاظ حضرت ابو ثعلبہ خشنی کے

---

۱ احمد عادل کمال: اطلس فتوحاتِ اسلامیہ: ص ۳۵۱
۲ ایضاً
۳ ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۶۰

ہیں، اور جبیر بن نفیر نے یہ الفاظ ابو ثعلبہ سے سنے ہیں۔ جبکہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

حدیث کا صحیح ترجمہ

''عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر اپنے باپ (جبیر بن نفیر) سے وہ ابو ثعلبہ خشنی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے معاویہؓ کے دورِ خلافت میں اس (ابو ثعلبہ خشنی) سے قسطنطنیہ میں سنا، اور معاویہؓ نے لوگوں کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا تھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا۔''

جملہ معترضہ

"وكان مُعَاوية غزا الناس بالقسطنطينية" (اور معاویہ نے لوگوں کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا تھا۔'' یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس سے پہلے والے الفاظ اور بعد والے الفاظ کا ترجمہ ملا کر پڑھا جائے تو پوری بات واضح ہو جاتی ہے۔ اور مولانا دامانوی صاحب نے "وَكَانَ معاويةُ غزا الناس بالقسطنطينية" کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے کہ ''معاویہؓ لوگوں کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کر رہے تھے'' جبکہ صحیح ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر کیا ہے، کیونکہ "كَانَ غَزَا" ماضی بعید ہے اور اس کا ترجمہ مولانا نے زمانہ ماضی استمراری میں کیا ہے جو بالکل غلط ہے اور علما اس سے خوب واقف ہیں۔ دامانوی صاحب کی (مسند احمد سے) پیش کردہ صحیح حدیث کے ترجمہ سے ہمارے پیش کردہ ترجمہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

''سیدنا جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کے صحابی سیدنا ابو ثعلبہ خشنی کو اس وقت فرماتے سنا جب کہ وہ خیمہ میں تھے اور یہ معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔''[1]

دامانوی صاحب نے حسب سابق اس حدیث کے آخری حصہ كان معاوية أغزى الناس القسطنطينية کا ترجمہ یوں کیا: ''سیدنا معاویہ اس وقت لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے روانہ فرما رہے تھے'' حالانکہ درست ترجمہ ''روانہ فرمایا تھا'' ہے۔ مولانا دامانوی صاحب کے پیش

1 ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۶۱

کردہ ترجمہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قسطنطنیہ میں موجود ہونے کا مغالطہ پڑتا ہے، لیکن صحیح ترجمہ سے یہ مغالطہ نہیں پڑتا۔

مزید تعجب یہ ہے کہ مولانا دامانوی صاحب نے عبد اللہ بن صالح کی ضعیف حدیث کی متابعت میں ایک صحیح حدیث (جس کا ترجمہ اوپر پیش کیا گیا) مسند احمد سے پیش کی، جس کا متن (لفظاً یا معنیً) کسی طرح بھی باہم مطابقت نہیں رکھتا۔

دونوں حدیثوں کے متعلقہ الفاظ کا تقابل

ضعیف حدیث کے الفاظ: "سمعتُه، في خلافة معاوية بالقسطنطينية" جبکہ صحیح حدیث کے الفاظ: "سمعتُ أبا ثعلبة الخشنيَّ يقول وهو بالفسطاط في خلافة معاوية" ہیں۔ 'قسطنطنیہ' اور 'فسطاط' میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔ لہٰذا متابعت کا قاعدہ اس پر لاگو نہیں ہوتا۔ بلکہ یہاں 'المنکر' اور 'المعروف' کا قاعدہ جاری ہو گا کیوں کہ ضعیف راوی نے ثقہ کی مخالفت کی ہے۔

ضعیف حدیث کا متفرد راوی ابو صالح عبد اللہ بن صالح

ڈاکٹر دامانوی صاحب نے حضرت معاویہ کا قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس کے ایک راوی ابو صالح عبد اللہ بن صالح کے بارے میں خود دامانوی صاحب، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "وہ صَدوق ہیں، بہت غلطیاں کرنے والے ہیں... الخ"[1]

ابو صالح عبد اللہ بن صالح کا حال ملاحظہ فرمائیے: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن صالح بن محمد بن مسلم جہنی قبیلہ جہینہ کا آزاد کردہ غلام ابو صالح مصری، لیث (بن سعد) کا کاتب رہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعدیل سے متعلق اگرچہ یہ الفاظ نقل کئے:

سمعتُ عبد الملك بن شعيب بن الليث يقول: أبو صالح ثقة مأمون قد

1 ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۶۰

سمع من جدّی حدیثه[1]

میں نے عبد الملک بن شعیب بن سعد سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ ابو صالح ثقہ مامون ہے، اس نے میرے دادا سے حدیث سنی ہے۔

لیکن زیادہ تر محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

عبدالله بن صالح كاتب الليثِ كان أوّل أمره متماسكًا ثم فسد بآخره وليس بشيء[2]

لیث بن سعد کا کاتب عبد اللہ بن صالح شروع شروع میں حدیث سے تمسّک رکھنے والا تھا، پھر آخر میں اس (کے حافظہ) میں خرابی پیدا ہوگئی اور وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال عبد الله بن أحمد: سألتُ أبي عنه فقال كان أوّل أمره متماسكًا ثم فسد بآخره، و ليس هو بشيء. قال وسمعت أبي ذكره يومًا فذمّه، وكرهه، و قال: إنه روي عن الليث عن ابن أبي ذئب وأنكر أن يكون الليث سمع من ابن أبي ذئب، وقال أحمد بن صالح المصري: أخرج أبو صالح درجًا قد ذهب أعلاه وَلَمْ يُدْرَ حديث من هو؟ فقيل له: هذا حديث ابن أبي ذئب، فرواه عن الليث عن ابن أبي ذئب، قال أحمد ولا أعلم أحدًا روٰى عن الليث عن ابن أبي ذئب إلا أبا صالح[3]

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے کہا: میں نے اپنے ابّا جی سے اس (عبد اللہ بن صالح) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کہ شروع شروع میں وہ (حدیث سے) تمسّک کرنے والا تھا، پھر آخر میں اس (کے حافظہ) میں خرابی پیدا ہوگئی، اور وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ عبد اللہ بن احمد نے کہا کہ ایک دن میں نے اپنے والد کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے اس کی مذمّت کی اور اس سے کراہت کی، اور فرمایا کہ اس نے لیث

1 حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب: دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء: ۱۶۸/۳

2 ایضًا: ص ۱۶۸/۳؛ امام احمد بن حنبل: کتاب العلل و معرفۃ الرجال: المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء، ص ۲۱۲/۳

3 تہذیب التہذیب: دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء: ص ۱۶۹/۳

کے واسطہ سے ابن ابی ذئب سے روایت کیا، اور احمد بن حنبل نے اس کا انکار کیا کہ لیث نے ابن ابی ذئب سے کچھ سنا ہے۔ احمد بن صالح مصری نے کہا کہ ابو صالح (عبد اللہ بن صالح) نے ایک رجسٹر نکالا جس کا اوپر کا حصہ ضائع ہو چکا تھا اور یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ حدیث کس کی ہے؟ عبد اللہ بن صالح سے کہا گیا کہ یہ ابن ابی ذئب کی حدیث ہے، تو اس نے اس کو لیث کے واسطہ سے ابن ابی ذئب سے روایت کر دیا۔ احمد نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ عبد اللہ بن صالح کے سوا کسی نے اس حدیث کو لیث کے واسطہ سے ابن ابی ذئب سے روایت کیا ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

قال صالح بن محمد: كان ابن معين يوثقه، و عندي انه كان يكذب في الحديث، و قال ابن المديني: ضربت على حديثه، وما ارْوِى عنه شيئًا، وقال أحمد بن صالح: متهم ليس بشيء، و قال النسائي: ليس بثقةٍ، و قال سعيد البرذعي: قلتُ لأبي زرعة أبو صالح كاتب الليث فضحك، وقال ذاك رجل حسن الحديث[1]

صالح بن محمد نے کہا کہ یحییٰ بن معین عبد اللہ بن صالح کو ثقہ قرار دیتے تھے۔ میرے ہاں یہ ہے کہ وہ حدیث میں جھوٹ کہا کرتے تھے۔ ابن مدینی نے کہا کہ میں اس کی روایت کو دفع کرتا ہوں اور میں اس سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا ہوں؛ اور احمد بن صالح نے کہا کہ وہ متہم ہے اور وہ کوئی چیز نہیں؛ امام نسائی نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں ہے؛ سعید برذعی نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ سے کہا کہ لیث کا کاتب ابو صالح کیسا ہے؟ تو آپ ہنس پڑے اور کہا کہ وہ شخص اچھی حدیث والا ہے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

قال ابن عدي: هو عندي مستقيم الحديث إلا انه يقع في حديثه في أسانيده و متونه غلط ولا يتعمد الكذب[2]

۱ حافظ ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب: ۱۶۹/۳، ۱۷۰۔

۲ ایضًا: ۱۶۹/۳، ۱۷۰۔

ابن عدی نے کہا کہ وہ میرے ہاں مستقیم الحدیث ہے مگر اس کی حدیث میں، اس کی اسانید ومتون میں اغلاط ہیں۔ وہ عمداً جھوٹ نہیں بولتا۔

سابقہ حدیث کی متابعت میں پیش کردہ روایت مع مکمل سند پیش خدمت ہے:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا هاشم قال حدثنا ليث عن معاوية بن صالح عن عبدالرحمٰن بن جبير عن أبيه قال سمعتُ أبا ثعلبة الخشني صاحب رسول الله ﷺ أنه سمعه يقول وهو بالفسطاط في خلافة معاوية، و كان معاوية أغزى الناس القسطنطينية، فقال: والله لا تَعْجِزُ هذه الأمة من نصف يوم إذا رأيتَ الشامَ مائدةَ رجل واحدٍ و أهل بيته فعند ذلك فتح القسطنطينية[1]

محترم ڈاکٹر دامانوی صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

سیدنا جبیر بن نضیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابو ثعلبہ خشنی کو اس وقت فرماتے سنا جب کہ وہ خیمہ میں تھے اور یہ معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور سیدنا معاویہؓ اس وقت لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے روانہ فرما رہے تھے۔ پس اُنہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس اُمت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا اور جب تو شام میں ایک شخص اور اس کے گھر والوں کے لیے ایک دستر خوان دیکھے تو اس وقت قسطنطنیہ فتح ہو گا۔

درج بالا حدیث میں 'اُنہوں نے فرمایا' سے مراد حضرت ابو ثعلبہ خشنی ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے یہ حدیث مرفوعاً بھی مروی ہے:

حدثنا موسٰى بن سهل: حدثنا حجاج بن إبراهيم: حدثنا ابن وهب: حدثني معاوية بن صالح عن أبي ثعلبة الخشني قال: قال رسول الله ﷺ: «لن يُّعْجِزَ اللهُ هٰذِهِ الأمّة مِن نصف يوم»[2]

---

۱ امام احمد بن حنبل: المسند: بیت الافکار الدولیۃ، الاردن: طبع چہارم: ۴/۱۹۳

۲ سنن ابو داؤد: ابو داؤد، سلیمان سجستانی، کتاب الملاحم، حدیث: ۴۳۴۹: دار السلام، الریاض: ۱۹۹۹ء، ص ۶۱۱

محترم جناب ڈاکٹر دامانوی صاحب کی پیش کردہ، مسند احمد کی مندرجہ بالا حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قسطنطنیہ میں جانا سرے سے ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا ان کی یہ دلیل بھی تارِ عنکبوت ثابت ہوئی۔

متابعت کا دعویٰ

محترم جناب ڈاکٹر دامانوی صاحب لکھتے ہیں کہ "عبد اللہ بن صالح اس روایت کو بیان کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مسند احمد میں لیث بن سعد نے اُن کی متابعت کر رکھی ہے، اور لیث ثقہ، ثبت فقیہ اور مشہور امام ہیں، اور صحاحِ ستہ کے راوی ہیں، لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔"

تنقیدی جائزہ: ہمیں لیث بن سعد کے بارے میں مکمل اعتماد ہے کہ وہ ثقہ، ثبت اور امام ہیں، صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ لیکن متابعت کی شرائط یہاں موجود نہیں ہیں۔ آیئے نخبۃ الفکر کا مطالعہ کریں... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والمتابعة علىٰ مراتب: ان حصلت للراوی نفسه فهي التامة، و إن حصلت لشيخه فمن فوقه، فهو القاصرة ويستفاد منها التقوية. مثال المتابعة التامة ما رواه الشافعي في الأم، عن مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: «الشهر تسع وّعشرون، فلا تصوموا حتى تروا الهلال، ولاتفطروا حتى تروه، فإن غمّ عليكم فأكملوا العدة ثلاثين». فهذا الحديث بهذا اللفظ ظنّ قوم أن الشافعي تفرّد به عن مالك، فعدّوه في غرائبه لِأنَّ أصحاب مالك رَوَوْهُ عنه بهٰذا الأسناد بلفظ: فإن غمّ عليكم فاقدروْا لَه، لكن وجدنا للشافعي متابعًا وهو عبد الله بن مسلمة القعنبي، كذلك أخرجه البخاري عنه عن مالك وهٰذه متابعة تامة. ووجدنا له أيضًا متابعةً قاصِرة في صحيح ابن خزيمة من رواية عاصم بن محمد، عن أبيه محمد بن زيد عن جده عبد الله بن عمر بلفظِ: «فكمّلوا ثلاثين» و في صحيح مسلم مِن رواية عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر بلفظ «فاقدروا ثلاثين». ولا اقتصار في هذه المتابعة سواءً كانت تامة أو قاصرة علىٰ اللفظ بل لو جاءت بالمعنى

لکفی[1]

"متابعت کے کئی مراتب ہیں: اگر خود راوی کو یہ متابعت حاصل ہو جائے تو یہ متابعتِ تامہ ہے، اور اگر اس کے شیخ کو حاصل ہو تو یہ متابعتِ قاصرہ ہے۔ اور اس سے تقویت مقصود ہوتی ہے۔ متابعتِ تامہ کی مثال جیسے کہ امام شافعی نے (اپنی کتاب) 'الامّ' میں مالک سے روایت کیا، اُنہوں نے عبد اللہ بن دینار سے، اُنہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مہینہ اُنیتس دن کا ہوتا ہے، اس لئے روزہ نہ رکھو جب تک تم ہلال نہ دیکھ لو، اور نہ تم افطار کرو جب تک کہ تم اس (ہلال) کو نہ دیکھ لو۔ پس اگر تم پر اَبر کی وجہ سے پوشیدہ ہو جائے تو تم تیس دن پورے کرو۔" ایک قوم کا خیال تھا کہ اس حدیث کو انہی لفظوں کے ساتھ امام شافعی، امام مالک سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اس (حدیث) کو غرائبِ شافعی میں شمار کیا، کیونکہ امام مالک کے باقی شاگردوں نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ ان لفظوں «فَاِنْ غمّ علیکم فاقدروا له» "پس اگر ابر کی وجہ سے تم پر ہلال پوشیدہ ہو جائے تو تم اس کے لئے اندازہ لگالو۔" کے ساتھ روایت کیا، لیکن ہم نے شافعی کا ایک مُتابع پالیا، اور وہ عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی ہیں۔ امام بخاری نے اُن سے اور انہوں نے امام مالک سے ایسے ہی «فإن غمّ علیکم فأكملوا العدة ثلاثين» روایت کیا، اور یہ متابعتِ تامّہ ہے۔ نیز ہم نے ان کے لئے متابعتِ قاصرہ بھی پالی جو کہ صحیح ابن خزیمہ میں عاصم بن محمد کی روایت ہے۔ اُنہوں نے اپنے والد محمد بن زید سے، انہوں نے اپنے دادا عبد اللہ بن عمر سے «فکمّلوا ثلٰثین» لفظوں کے ساتھ روایت کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبید اللہ بن عمر سے، اُنہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر سے «فاقدروا ثلٰثین» لفظوں کے ساتھ روایت کیا۔ اور اس متابعت میں، خواہ یہ تامّہ ہو یا قاصرہ، الفاظ پر ہی انحصار نہیں ہوتا بلکہ اگر معنوی متابعت بھی پائی جائے تو کافی ہے۔"

ڈاکٹر دامانوی صاحب نے جو حدیث عبد اللہ بن صالح کی روایت سے نقل کی ہے اس میں زیر

1 حافظ ابن حجر عسقلانی: نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، س۔ن: ص ۵۲، ۵۳

بحث لفظ قسطنطينية ہے، اور اس کی متابعت میں آپ نے جو حدیث لیث کی روایت سے نقل کی ہے اس میں قسطنطينية کی بجائے الفسطاط (خیمہ) ہے۔ کیا کوئی عقلمند اِن دونوں لفظوں کو ہم معنیٰ قرار دے سکتا ہے؟

نخبة الفکر کی مندرجہ بالا عبارت میں امام مالک سے امام شافعی کے روایت کئے ہوئے الفاظ فاكملوا العدة ثلثين تھے، جبکہ امام مالک کے دیگر بہت سے شاگردوں نے امام مالک سے فاقدروا له روایت کیا، لہٰذا بعض لوگوں کا خیال تھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان لفظوں کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ لیکن ہمیں امام شافعی کا مُتابع عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی مل گیا جو کہ امام بخاری کا اُستاذ ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں اُن سے اور اُنہوں نے امام مالک سے فإن غمّ عليكم فأكملوا العدة ثلثين[1] روایت کی ہے۔ دیکھئے دونوں جگہ لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا معنیٰ میں بھی کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ متابعتِ تامّہ ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح مسلم میں فاقدروا ثلثين اور صحیح ابن خزیمہ میں فكمّلوا ثلثين متابعتِ قاصرہ بھی حاصل ہوگئی ہے۔

اس ساری بحث کے بعد یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ڈاکٹر دامانوی صاحب کی پیش کردہ دونوں حدیثوں میں معاویہ بن صالح کے دونوں شاگردوں: عبد اللہ بن صالح اور لیث کا معاملہ متابعت کے زمرہ میں نہیں آتا بلکہ 'المنکر اور المعروف' سے تعلق رکھتا ہے۔ 'المنکر' حدیث، ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔ اس کے مقابلہ میں المعروف، صحیح حدیث ہوتی ہے۔

المنکَر کی تعریف

اس کی تعریف کرتے ہوئے، حافظ ابن الصلاح، حافظ ابو بکر احمد بن ہارون بردیجی برذعی (م ۳۰۱ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

إنه الحديث الذي ينفرد به الرجل ولا يعرف متنه مِن غير روايته، لا من

---

١ صحیح بخاری: ۱۹۰۷

وجه الذي رواه منه، ولا مِن وجه آخرَ[1]

'المنکر' ایسی حدیث ہے جسے ایک ہی شخص روایت کر رہا ہو، اور اس حدیث کا متن اس (شخص) کی روایت سے نہ پہچانا جاتا ہو، نہ اس سند سے جس (سند) سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہو، اور نہ ہی یہ (متن) کسی اور سند سے پہچانا جاتا ہو (اسے منکر کہا جاتا ہے)۔"

امام مسلم (م ۲۶۱ھ) اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

علامة المنكر في حديث المحدث، إذا ما عُرِضتْ روايته للحديث علىٰ رواية غيره من أهل الحفظ والرضا، خالفتْ روايتُه، روايتَهُم أو لَمْ تكدْ توافقها، فإذا كانت الأغلب مِن حديثه كذلك، كان مهجور الحديث، غيرَ مقبوله ولا مستعمله[2]

"محدث کی حدیث میں 'المنکر' کی علامت یہ ہے کہ جب اس کا حدیث روایت کرنا، اس کے علاوہ اہل حفظ و رضا (عدل و ضبط والے محدثین) کے حدیث روایت کرنے پر پیش کیا جائے تو یہ ان کی روایت کے مخالف ٹھہرے یا ان سے موافقت نہ کر سکے۔ جب اس کی (روایت کی ہوئی) حدیث زیادہ تر ایسی ہو، تو ایسے شخص کی حدیث چھوڑ دی جائے گی۔ نہ اسے قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اس پر عمل ہو گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَإِنْ وَقَعَتِ المخالفة مع الضعْف، فالراجح يقال له المعروف. ومقابله يقال له المنكر[3]

اور اگر (قوی) روایت، ضعیف (روایت) کے مخالف ہو، تو راجح کو 'المعروف' اور اس کے مقابل (یعنی مرجوح) کو 'المنکر' کہا جائے گا۔

مثال: کتب اصولِ حدیث میں 'المنکر' کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے: امام ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ) حُبَیب بن حَبِیب کے طریق سے

۱ ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، ابو عمرو: مقدمۃ ابن الصلاح: فاروقی کتب خانہ، ملتان، س. ن: ص ۳۸، ۳۷

۲ مسلم بن حجاج، نیشاپوری: صحیح مسلم: دار السلام، الریاض: ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء: ص ۶

۳ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص ۵۱، ۵۰

عن أبي إسحاق عن عيزار بن حُريث عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: «من أقام الصلوة وآتى الزكوة وحج وصام وقرى الضيف دخل الجنة» 'مرفوع روایت کیا، جبکہ اس (حُبَیب بن حبیب) کے سوا بعض ثقات نے اس حدیث کو ابواسحٰق سے موقوف روایت کیا، اور موقوف روایت کی ہوئی حدیث معروف ہے۔''[1] لہٰذا ابواسحٰق سے حبیب بن حبیب کی مرفوع روایت کی ہوئی حدیث منکر ٹھہری۔

یہی حال ڈاکٹر دامانوی صاحب کی پیش کردہ عبداللہ بن صالح عن معاویہ کی روایت کی ہوئی حدیث کا ہے۔ یہ حدیث 'المنکر' ہے جبکہ اس کے خلاف 'لیث عن معاویہ' کی روایت کی ہوئی حدیث 'المعروف' ہے۔ اس لئے عبداللہ بن صالح کی قسطنطينية والی روایت ضعیف ٹھہری۔

والحمد لله علىٰ ذلك

کیا قسطنطنیہ پر تیسرا حملہ سیدنا معاویہؓ نے کیا تھا؟

مولانا ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی، سیدنا معاویہؓ کا قسطنطنیہ پر تیسرا حملہ ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ ''سیدنا معاویہ کے قسطنطنیہ پر ایک اور حملہ کی نشاندہی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے: عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا ابوایوب انصاریؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن أبا أيوب... الخ[2]

تنقیدی جائزہ: مولانا کی پیش کردہ عبداللہ بن عباس کی یہ روایت جسے آپ نے مستدرک حاکم اور المعجم الکبیر کے حوالے سے بلاسند نقل کیا ہے، ہم اسے اس کی سند سمیت ذیل میں نقل کرتے ہیں تاکہ اس روایت کا ضعیف ہونا واضح ہوسکے اور مولانا کا ہی کیا ہوا ترجمہ نقل کریں گے تاکہ مولانا کے ترجمہ کی اغلاط کی نشاندہی بھی ہوسکے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حدثنا أبو محمّد أحمد بن عبد الله المزني، ثنا محمد بن عبد الله المخرمي، ثنا

1 سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جلال الدین: تدریب الراوی: دارالفکر، بیروت: ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء: ۱/ ۲۴۰
2 ماہنامہ 'محدث'، لاہور: جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۶۲

أبو كريب، ثنا فِردوس الأشعري، ثنا مسعود بن سليم عن حبيب بن أبي ثابت عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن ابن عباس، إن أبا أيوب خالد بن زيد الذي كان رسول الله ﷺ نزل في داره غزا أرض الروم فمرّ علىٰ معاوية فجفاه معاوية ثم رجع مِن غزوته فجفاه ولم يرفع به رأسًا، قال أبو أيوب: إنّ رسول الله ﷺ أنْبَأَنَا: إنّا سنرٰى بعده اِثرةً، قال معاويةُ: فما أمركم؟ فقال أمرنا أنْ نَّصْبرَ، قال: فاصْبروا[1]

اس حدیث کی دوسری سند اس طرح ہے... امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، ثنا أبو كريب، ثنا فردوس بن الأشعري، ثنا مسعود بن سليمان، حدثنا حبيب بن أبي ثابت، عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس عن ابن عباس رضى الله عنهما إن أبا أيوب...الخ[2]

مستدرک حاکم اور معجم کبیر از طبرانی کی ان سندوں میں اختلاف کی کیفیت

۱۔ مستدرک حاکم میں فردوس اشعری، اور معجم طبرانی میں فردوس بن الاشعری

۲۔ مستدرک حاکم میں مسعود بن سلیم، اور معجم طبرانی میں مسعود بن سلیمان

۳۔ مستدرک حاکم میں محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عن ابیہ عن ابن عباس، اور معجم طبرانی میں محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عن ابن عباس ہے۔

جبکہ کتبِ جرح وتعدیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۔ فردوس بن الاشعری کی بجائے فردوس الاشعری صحیح ہے۔ ۲۔ مسعود بن سلیم کی بجائے مسعود بن سلیمان صحیح ہے۔ ۳۔ مستدرک حاکم کے مطابق 'عن ابیہ عن ابن عباس' میں اتصال پایا جاتا ہے یعنی محمد بن علی، اپنے باپ علی سے، وہ اپنے باپ عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور معجم طبرانی کے مطابق 'محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عن ابن عباس' میں انقطاع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ محمد بن علی

۱ حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری: المستدرک علی الصحیحین: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، شام: سن ندارد: ۴۶۱/۳

۲ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر (تحقیق: حمدی عبد المجید): احیاء التراث العربی، بیروت: ۲۰۰۹ء: ۱۰۹/۴

کی اپنے دادا عبد اللہ بن عباس سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لا یعلم له سماع من جده و لا انه لقیه[1]

"اس کا اپنے دادا (ابن عباس) سے سماع معلوم نہیں اور نہ ہی اس سے ملاقات ہوئی"

عبد اللہ بن عباس کی روایت کے رواۃ پر جرح

⑱ فردوس اشعری: یہ ایک مجہول راوی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مسعود بن سلیمان عن حبیب بن ابی ثابت، وعنہ فردوس الاشعری مجہول"[2]

"مسعود بن سلیمان، حبیب بن ابی ثابت سے اور اس سے فردوس اشعری (روایت کرتا ہے) اور یہ مجہول ہے۔"

⑲ مسعود بن سلیمان راوی کے بارے میں ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:

مسعود بن سليمان روي عن حبيب بن أبي ثابت، روى عنه أبو الحسن الأسدي، نا عبد الرحمٰن قال: سألتُ أبي عنه فقال مجهولٌ[3]

مسعود بن سلیمان نے حبیب بن ابی ثابت سے روایت کیا ہے (یعنی مسعود حبیب بن ابی ثابت کا شاگرد ہے)، اس کے بارے میں ابو الحسن اسدی نے روایت کیا کہ ہمیں عبد الرحمٰن (ابن ابی حاتم) نے خبر دی کہ میں نے اپنے باپ (ابو حاتم) سے اس کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا کہ یہ مجہول ہے۔

⑳ اس روایت کا ایک اہم راوی حبیب بن ابی ثابت ہے۔ یہ اگرچہ ثقہ ہے، لیکن یہ مدلّس راوی ہے۔ اس کی تدلیس کے ثبوت میں محدثین کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ قال ابن خزيمة: إنَّ حِبيبَ بْنَ أبي ثابتٍ مدلِّسٌ

ابن خزیمہ نے کہا کہ حبیب بن ابی حبیب مدلّس ہے۔

۲۔ قال ابن حبان: حبيب بن أبي ثابت كان يدلِّسُ

۱ حافظ ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب: ۲۲۸/۵

۲ حافظ ابن حجر عسقلانی: لسان المیزان (تحقیق ابو غدہ): مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ: ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء: ۴۵/۸

۳ ابن ابی حاتم، عبد الرحمٰن: کتاب الجرح والتعدیل: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، ہند: ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء: ص ۲۸۴/۸

ابن حبان نے کہا کہ حبیب بن ابی ثابت تدلیس کیا کرتا تھا۔

۳۔قال البیهقي: حبیب بن أبي ثابت وان كان من الثقات فقد كان یدلِّسُ[1]

بیہقی نے کہا: حبیب بن ابی ثابت اگرچہ ثقات میں سے تھا، پر وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔

حبیب بن ابی ثابت نے یہ روایت محمد بن علی بن عبد اللہ سے 'عن' کے ساتھ روایت کی ہے اور سماع کی وضاحت موجود نہیں ہے لہٰذا تدلیس کی وجہ سے یہ روایت قابل حجت نہیں۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ایک اور منقطع السند روایت تخریج کی، آپ فرماتے ہیں:

حدثنا محمّد بن عبد الله الحضرمي حدثنا أبو كريب، حدثنا إسحٰق بن سليمان عن أبي سليمان عن حبيب بن أبي ثابت قال قدم أبوأيوب علىٰ معاوية رحمهما الله فشكا إليه أن عليه ديناً فذكر الحديث[2]

اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے امام ہیثمی لکھتے ہیں:

فذكر الحديث بإسنادين ورجال أحدهما رجال الصحيح إلاّ أنّ حبيب بن أبي ثابت لم يسمع من أبي أيوب[3]

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دو سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے، جن میں سے ایک کے رجال، صحیح (صحیح بخاری) کے رجال ہیں، لیکن حبیب بن ابی ثابت کا ابو ایوب سے سماع ثابت نہیں ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لہٰذا واضح ہو گیا کہ مولانا دامانوی صاحب کی پیش کردہ روایت تین راویوں (دو مجہول اور ایک مدلس) کی وجہ سے ضعیف ہے اور طبرانی کی اس دوسری روایت کے راویوں کو امام ہیثمی نے صحیح کے رجال بتایا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ حبیب بن ابی ثابت کا ابو ایوب انصاری سے سماع ثابت نہیں

۱ محمد بن طلعت: معجم المدلّسین: اضواء السلف، الریاض: ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء: ص ۱۲۸
۲ طبرانی: المعجم الکبیر: ۴/ ۱۰۳
۳ ہیثمی، علی بن ابو بکر، نور الدین: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: مکتبۃ القدسی، القاہرۃ: ۱۳۵۳ھ: ۹/ ۳۲۳

ہے لہٰذا یہ بھی قابل حجت نہیں ہے۔

مولانا دامانوی صاحب کی پیش کردہ عبداللہ بن عباسؓ کی ضعیف روایت کے راویوں پر محدثین کرام کی جرح پڑھ لینے کے بعد قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمالیں (اور مولانا بھی یہ اقرار کرلیں) کہ ضعیف حدیث قابل حجت نہیں ہوتی، لہٰذا مولانا دامانوی صاحب کی "سیدنا معاویہ کے قسطنطنیہ پر تیسرے حملہ" کی پیش کردہ دلیل بھی پاش پاش ہوگئی۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حدیث کا ترجمہ

اب دیکھئے اس حدیث کا ترجمہ جو مولانا دامانوی صاحب نے کیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

> بے شک ابو ایوب انصاری خالد بن زیدؓ وہ ہیں کہ جن کے ہاں ان کے گھر پر رسول اللہ ﷺ اُترے تھے (اور انہوں نے نبی ﷺ کی کئی دن تک میزبانی فرمائی تھی)۔ اُنہوں نے ارضِ روم میں جنگ کی۔ پس معاویہؓ اِن پر گزرے اور معاویہ نے ان سے بے رُخی برتی۔ پھر وہ اس غزوہ سے واپس آگئے تو پھر بھی معاویہؓ نے اُن سے بے رُخی برتی اور اُن کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ سیدنا ابو ایوبؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ ہم آپ کے بعد حق تلفی دیکھیں گے یعنی ہم (انصار) کو نظر انداز کیا جائے گا۔ معاویہؓ نے کہا کہ ایسی صورت میں تمہیں کیا حکم دیا گیا ہے؟ کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صبر کریں۔ تو اُنہوں نے کہا کہ بس پھر صبر کرو۔[1]

دامانوی صاحب نے "فَمَرَّ عَلٰی معاویة" کا ترجمہ کیا ہے کہ "پس معاویہ اُن پر گزرے" حالانکہ درست ترجمہ یوں ہے: "پس وہ (ابو ایوب) معاویہ پر گزرے۔" دامانوی صاحب کے غلط ترجمہ کرنے سے یہ مغالطہ پڑتا ہے کہ معاویہ جنگ میں ابو ایوب کے ساتھ تھے جبکہ حدیث کے الفاظ "ثُمَّ رَجعَ مِنْ غَزْوَتِه فَجَفَاهُ" (پھر وہ اس غزوہ سے واپس آگئے تو پھر

[1] ماہنامہ 'محدث'، جنوری ۲۰۱۰ء: ص ۶۲

بھی معاویہؓ نے اُن سے بے رُخی برتی) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو ایوب جنگ سے واپس آ کر، پھر معاویہ کے پاس آئے۔ ابو ایوب جنگ کو جاتے ہوئے اور جنگ سے واپس آتے ہوئے، معاویہ سے کس مقام پر ملے؟ اس کا اس ضعیف حدیث میں تذکرہ تک نہیں ہے۔ ہم نے مولانا کے اس ترجمہ میں غلطی کی اس لئے نشاندہی کی ہے تاکہ قارئین کو دامانوی صاحب کے اس غلطی سے باخبر کیا جائے، جس کی بنا پر اُنہوں نے 'معاویہؓ کا قسطنطنیہ پر تیسرا حملہ' ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں ہے۔ بالفرض یہ صحیح بھی ہوتی تب بھی اس سے حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت معاویہؓ کی جائے ملاقات کا نام تک نہیں ہے۔ لیکن مولانا دامانوی صاحب کس قدر بےباکانہ انداز میں لکھتے ہیں:

> اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ "سیدنا ابو ایوب انصاریؓ، سیدنا معاویہؓ کے ساتھ بھی قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ پھر اس جہاد میں حصہ لے کر وہ معاویہؓ کے ساتھ واپس بھی آ گئے۔ سیدنا ابو ثعلبہ خشنی اور عبد اللہ بن عباسؓ دونوں کی روایات کو الگ الگ واقعات مانا جائے تو خلیج قسطنطنیہ کو ملا کر یہ تین حملے بنتے ہیں جو معاویہؓ کے زیر امارت قسطنطنیہ پر کئے گئے تھے۔[1]

مولانا دامانوی صاحب کا مذکورہ بالا بیان بلا ثبوت اور مضحکہ خیز ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں، یہ دامانوی صاحب کی محض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ مولانا دامانوی صاحب نے جو ضعیف حدیث مستدرک حاکم کے حوالے سے نقل کی ہے، اگر اس کے آخری الفاظ پر غور کرتے تو وہ اس شرمندگی سے بچ سکتے تھے جو اس وقت ان کو درپیش ہے۔

اس ضعیف حدیث کے آخر میں امام حاکم لکھتے ہیں:

"وَ قَدْ تَقَدَّمَ هٰذَا الحديث بإسناد متصل صحيح واعَدْتُّهُ للزيادات فيه بهٰذا الأسناد[2]

---

۱ ماہنامہ 'محدث'، جنوری ۲۰۱۰ء: ص ۶۲

۲ الحاکم، ابو عبد اللہ: المستدرک: ۳/ ۴۶۱، ۴۶۲

یہ حدیث صحیح متصل سند کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے اور میں نے اس میں کچھ زیادات کی وجہ سے اسے اس سند کے ساتھ دوبارہ ذکر کیا ہے۔

مولانا نے خود اپنے بیان کردہ اُصول کی خلاف ورزی کی، اور مطلب براری کے لیے ضعیف حدیث ذکر کر دی اور صحیح حدیث جس کی طرف امام حاکم نے مندرجہ بالا الفاظ میں اشارہ کیا، اُسے چھوڑ دیا کیوں کہ اس سے مولانا کا مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا، کیا اسے دیانت داری کہا جا سکتا ہے؟ ہم اس کا فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

أخبرني أبو عبد الله الحسين بن الحسن بن أيوب ثنا أبو حاتم الرازي ثنا إبراهيم بن موسى ثنا محمد بن أنس ثنا الأعمش عن الحكم عن مقسم ان أبا أيوب أتى معاوية فذكر له حاجة قال ألست صاحب عثمان؟ قال أما ان رسول الله ﷺ قد أخبرنا انه سيصيبنا بعده أثرة قال وما أمركم؟ قال أمرنا ان نصبر حتى نرد عليه الحوض قال فاصبروا قال فغضب أبو أيوب و حلف ان لا يكلمه أبدًا ثم ان أبا أيوب أتى عبد الله بن عباس فذكر له فخرج له عن بيته كما خرج أبو أيوب لرسول الله ﷺ عن بيته و قال ايش تريد قال اربعة غلمة يكونون في محلي قال لك عندي عشرون غلامًا. هذا حديث صحيح الأسناد ولم يخرجاه[1]

"بلاشبہ ابو ایوبؓ، معاویہؓ کے پاس آئے، آپ سے (اپنی) حاجت ذکر کی تو معاویہؓ نے کہا: کیا آپ عثمانؓ کے ساتھی نہیں ہیں؟ ابو ایوبؓ نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہمیں آپ ﷺ کے بعد (دوسروں کو ہم پر) ترجیح دینے کی وجہ سے ہمیں مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ معاویہؓ نے کہا تو آپ ﷺ نے تمہیں کیا حکم دیا؟ ابو ایوب نے کہا کہ، لیکن آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صبر کریں یہاں تک کہ ہم حوض (حوضِ کوثر) پر آپ ﷺ سے ملاقات کریں تو معاویہؓ نے کہا: تو تم صبر سے کام لو۔ راوی نے کہا کہ ابو ایوب غضب ناک ہو گئے اور قسم اُٹھائی کہ معاویہؓ سے کبھی بات نہیں کریں گے۔ پھر ابو ایوبؓ، عبد اللہؓ بن عباسؓ کے پاس آئے اور (تمام ماجرا) ان سے

1 الحاکم، ابو عبد اللہ: المستدرک: ۳/ ۴۶۱، ۴۶۲

بیان کیا تو ابن عباسؓ اپنے گھر سے اسی طرح باہر نکل گئے جس طرح ابوایوبؓ رسول اللہ ﷺ کے لیے (آپ ﷺ کی مدینہ آمد پر) اپنے گھر سے باہر نکلے تھے اور کہا: آپ اور کیا کچھ چاہتے ہیں؟ ابوایوبؓ نے کہا کہ چار غلام جو میرے محل میں رہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ میرے پاس آپ کے لیے بیس غلام ہیں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔ (اور امام ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے)

مولانا بتائیں صحیح و حسن حدیث قبول کرنے کا اُصول کہاں گیا؟ آپ نے اس صحیح حدیث کو چھوڑ کر جس میں ابوایوب کے کسی جنگ پر جانے کا تذکرہ نہیں ہے، اس کے مقابلے عبداللہ بن عباس کی ضعیف حدیث مطلب برآری کے لیے کیوں پیش کی؟ کیا اسی کا نام تحقیق ہے؟

المختصر

① دامانوی صاحب کے پیش کردہ پہلے حملہ کے ثبوت میں کوئی ایک حوالہ بھی قسطنطنیہ شہر پر حملہ کے بارے میں ثابت نہیں ہو سکا۔

② دوسرے حملہ کے ثبوت میں پیش کردہ روایت 'حدیث منکر' ہے جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

③ تیسرے حملہ کے ثبوت میں پیش کردہ حدیث کے دو راوی مجہول اور ایک مدلّس ہے۔ یہ بھی ضعیف ثابت ہوئی، لہٰذا مولانا اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں۔

آئندہ کسی شمارہ میں رومیوں سے معرکہ آرائی اور بحری جنگوں کے آغاز کا قارئین مطالعہ فرمائیں گے۔ ان شاءاللہ!

تقویٰ

حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل کے اندر ہے اگر تو اس کو ایک کھلے طباق میں رکھ کر بازار کا چکر لگائے تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہیں ہو جسے آشکارا کرتے تجھے شرم آئے۔